نبی کریم ﷺ کی تعلیمی حکمتِ عملی کے اہم پہلو

ڈاکٹر قاری محمد اقبال☆

Abstract:

"Teaching is a sacred mission. It is a Prophetic mission because the real purpose of human life can never be achieved without haveing proper knowledge. The original source of knowledge is revelation (وحی) which determines the purpose of life and its different dimensions.

Islam as a complete code of life focuses the importance of knowledge and learning as a special case. Teaching is a different task whihc requires wisdom, sincerity and devition alongwith the quality of rich knowledge. It should be discussed in the light of the life of the Last Prophet Muhamamd because his life has been declared the best role model from every respect. He (PBUH) was sent to teach and guide all the human generations to come. He (PBUH) taught the people, purified them and conquered the hearts. Islam spread througout the world due to his (PBUH) unpresented education strategy."

تعلیمی عمل کی غیر معمولی اہمیت وفضیلت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے پوری ذمہ داری اور جاں فشانی سے ہر وہ قدم اٹھایا جو فروغِ علم کے لیے مفید ہو سکتا تھا۔ دارارقم اور صفہ کی درس گاہیں ہوں یا عکاظ وذوالمجاز کے بازار، بدر وحنین کی رزم گاہیں ہوں یا مدینہ کی چاندنی راتوں میں کھجوروں کے کسی باغ میں اصحاب باصفا کی مجلسیں، جاں نثاروں کی تدفین کا وقت ہو یا لختِ جگر کی لاش ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں، ہجرت مدینہ کے موقع پر تاریخ انسانیت کے بے مثال استقبال کا موقع ہو یا دنیوی حیات طیبہ کے آخری لمحوں میں فانی دنیا سے استدبار کا وقت، تعلیم کا تسلسل ہمیشہ قائم رہا۔

☆ چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونی ورسٹی، فیصل آباد

فروغ علم کے اس سلسلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم عام کرنے کے لیے مخصوص پس منظر کے بعض امکانی خطرات کی بھی پرواہ نہیں کی۔ غزوہ بدر کے بعد جنگی قیدیوں کے ذریعے انصار کے بچوں کو تعلیم دلوانا اور غزوہ احد کے بعد قبائل عضل وقارہ کی تعلیم کے لیے مسلمان اساتذہ کو بھیجنا اور پھر ان سب کی شہادت کا سانحہ اس لائحہ عمل کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اس تمہید کے بعد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی حکمت عملی کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس جائزہ کے نمایاں نکات علم نافع کا حصول اور غیر نافع علم سے اجتناب، تعلیمی عمل میں تدریج، تلامذہ کی دلچسپی یا اکتاہٹ کا خیال رکھنا، تعلیم وتربیت کا امتزاج، نئے عملی تجربات اور ان سے نتائج کا حصول، سائنسی انداز فکر، تفکر وتدبر کی ترغیبِ اتباع واجتہاد کا منطقی اور توجیہی امتزاج اور اس کے فوائد ونتائج نیز تعلیم کے لیے موزوں ماحول ومواقع سے استفادہ وغیرہ ہیں۔ ان میں سے دو کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

علم نافع کا حصول اور غیر نافع سے اجتناب

نبی کریم ﷺ نے جہاں **طلب العلم فریضه علیٰ کل مسلم**[1] فرما کر حصول علم کو اہم فرض قرار دیا ہے وہاں علم غیر نافع سے پناہ بھی مانگی ہے۔ آپ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا کے الفاظ اس طرح ہیں۔

> **''اللّٰھُمّ انّی اعوذبك من الاربع من علم لاینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لاتشبع ومن دعاءٍ لا یسمع''**[2]
>
> ترجمہ: (اے اللہ! میں چار چیزوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ بے فائدہ علم سے، نرم نہ پڑنے والے دل سے، سیر نہ ہونے والے نفس سے اور نہ سنی جانے والی دعا سے)

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے مروجہ علوم میں نصابی یا امدادی کتب کا بیشتر مواد غیر ضروری لفاظی اور تفصیلات پر مشتمل ہوتا ہے جس سے تعلیمی عمل بوجھل اور طلبہ کی پریشانی کا سبب بن جاتا ہے۔ کسی علمی ضرورت کے لیے ویب سائٹس کھولی جائیں تو گنتی میں تو درجنوں ہوں گی لیکن متعلقہ معلومات سے خالی۔ پھر ہمارے تعلیمی نظام میں چھوٹی بات کو خوب پھیلانا خوبی سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں غیر مفید علم سے بچنے کو سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے جو ترجیح واولیت کا اشارہ ہے۔

مشہور مورخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کی کتاب کے مقدمے میں کتاب اول کی فصل سادس میں مختلف علوم، ان کی قسمیں اور ان کے مفید یا غیر مفید ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی لحاظ سے ان کی حیثیت مثلاً فرض، واجب، مکروہ یا حرام ہونے کی وضاحت بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر جادو، طلسمات اور نجوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **''وَاَمَّا الشَّرِیعَةُ فَلَمْ تَفْرُقْ بَیْنَ السِّحْرِ وَالطَّلْسِمَاتِ وَجَعَلَتْهُ کُلَّهٗ بَاباً وَاحِدًا مَحْظُوراً لَاَنَّ الاَفْعَالَ اِنَّمَا اَبَاحَ لَنَا الشَّارِعُ مِنهَا مَایُھِمُّنَا فِیْ دِیْنِنَا الَّذِیْ فِیْهِ**

صَلَاحُ آخِرَتِنَا اَوْ فِیْ مَعَاشِنَا الَّذِیْ فِیْهِ صَلَاحُ دُنْیَانَا ، وَمَا لَایُهِمُّنَا فِیْ شَیْءٍ مِنْهُمَا۔ فَاِنَّ کَانَ فِیْهِ ضَرَرًا اَوْنَوْعُ ضَرَرٍ ، کَالسِّحْرِ الْحَاصِلِ ضَرَرُهٗ بِالْوُقُوْعِ وَیُلْحَقُ بِهِ الطَّلَّسْمَاتُ لِاَنَّ اَثَرَهُمَا وَاحِدٌ۔ وَکَالنِّجَامَةِ الَّتِیْ فِیْهَا نَوْعُ ضَرَرٍ بِاعْتِقَادِ التَّاْثِیْرِ فَتَفْسُدُ الْعَقِیْدَةُ الْاِیْمَانِیَّةُ بِرَدِّالْاُمُوْرِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ فَیَکُوْنُ حِیْنَئِذٍ ذٰلِکَ الْفِعْلُ مَحْظُوْراً عَلٰی نِسْبَتِهٖ فِی الضَّرَرِ۔ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مُهِمًّا عَلَیْنَا وَلَا فِیْهِ ضَرَرٌ فَلَا اَقَلَّ مِنْ تَرْکِهٖ قُرْبَةً اِلَی اللّٰهِ ۔ فَاِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔ فَجَعَلَتِ الشَّرِیْعَةُ بَابَ السِّحْرِ وَالطَّلَّسْمَاتِ وَالشَّعْوَذَةِ بَاباً وَاحِدًا لِمَا فِیْهَا مِنَ الضَّرَرِ وَخَصَّتْهُ بِالْحَظْرِ وَالتَّحْرِیْمِ‘‘(٣)

ترجمہ:(شریعت نے جادو اور طلسمات دونوں کوممنوع قرار دیا ہے۔اس لیے کہ شارع نے ہمارے لیے وہ افعال جائز کئے ہیں جو ہمارے دین کے لحاظ سے اہم اور جن میں ہماری آخرت کی بہتری ہے یا معاشی طور پر وہ ہماری دنیا کے لیے بہتر ہیں۔ پھر جو چیزیں ہماری دنیاوآخرت دونوں کے لیے غیراہم ہوں یاان میں کلی یا جزوی طور پرضرر (نقصان) ہومثلاً جادو واقعی مضر ہے۔طلسمات بھی جادو کاحکم رکھتے ہیں کہ دونوں کی تاثیرایک جیسی ہے۔اسی طرح علم نجوم میں ستاروں کی تاثیر کے اعتقادوالاضرر ہےجس سے غیر اللہ کی طرف (تکوینی) امور کی نسبت کرنے سے ایمان وعقیدہ خراب ہوتا ہے۔اس لیےعلم نجوم کوبھی ممنوع سمجھا جائے گا)

اگرکوئی یہ کہے کہ علم نجوم ہمارے لیے نہ تو اہم ہےاور نہ علم کی حدتک وہ مضر ہے،ایسے شخص کوکہا جائے گا کہ اس کوچھوڑ دینے سے اللہ کا قرب تو حاصل ہوتا ہی ہے جیسا کہ ارشاد رسول ﷺ ہے’’آدمی کے اسلام کا حسن غیرمتعلق باتوں کو چھوڑ دینا ہے‘‘۔ پس شریعت نے جادو،طلسمات اور شعوذہ (نظر بندی) کوایک جیسااوران کےضرر کی وجہ سےحرام وممنوع قراردیا ہے۔

تعلیم وتربیت کا امتزاج

قرآن کریم جہاں فرائض رسالت میں تعلیم کتاب وحکمت کو بیان کرتا ہے وہیں بلافصل’’وَ یُزَکِّیْهِمْ‘‘ کےالفاظ میں تربیت وتزکیہ کوبھی فریضہ رسالت قرار دیتا ہے۔اسلامی تعلیمات کامقصوداول اچھےانسانوں کی جماعت تیارکرنا ہے جواللہ تعالیٰ کی عبادت اورانسانوں کی خدمت کواپنا شعار بنالیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ تعلیم کا ذکر پہلے ہےاور تزکیہ کابعد میں،لیکن تین جگہ’’یُزَکِّیْهِمْ وَ یُزَکِّیْکُمْ‘‘ کےالفاظ میں تربیت کاذکر پہلے ہےاورتعلیم کابعد میں۔جس جگہ تعلیم کا ذکر پہلے ہےوہ سورۃ البقرۃ آیت ١٢٩ میں بیان کردہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہےجس میں آپؑ نے ایک رسول کےمبعوث کیے جانے کی دعا کی ہےجس کے فرائض میں تعلیم وتزکیہ ہو۔ باقی تینوں جگہ براہ راست ارشادالٰہی ہےجس میں ایک رسول کی بعثت وجود میں آچکنے کا ذکر ہےجس کے فرائض میں تزکیہ وتعلیم ہے۔جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا

ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات میں تعلیم مقصد اول تھا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں مقصد اول تربیت ہے۔

تربیت کے دو طریقے ہیں۔ایک زبان کے ذریعے دوسرا عمل کے ذریعے۔دونوں کی اپنی اہمیت ہے۔قول رسول شریعت ہے اور فعل رسول سیرت۔قول رسول قانون ہے اور فعل رسول اخلاق۔تہذیب انسانی کو ان دونوں کی ضرورت ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ نے زبان سے بھی تعلیم و تربیت کا کام کیا اور اپنے عمل مبارک سے بھی۔زبان سے تربیت کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔ہجرت کے کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس حاضری کی تفصیلات میں آپ ﷺ کا ارشاد یوں بیان کرتے ہیں

''یاایھاالناس !افشو السلام واطعمو الطعام وصلو الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام''(۴)

ترجمہ:(سلام پھیلاؤ گے، کھانا کھلاؤ گے، رشتہ داریوں کو قائم رکھو گے، رات کو نماز پڑھو گے جب کہ لوگ سو رہے ہوں تو جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے)

اسی تربیت کے ایک حصے کی عملی تعلیم کی گواہی قرآن کریم نے دی۔

''اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ''(۵)

ترجمہ:(بے شک آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ رات کی دو تہائی، نصف یا ایک تہائی حصے میں عبادت کرتے ہیں اور ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ ہوتی ہے)

حضور ﷺ کے قیام لیل کے بارے میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں

'' کان یقوم حتی تفطر قدماہ''(۶)

ترجمہ:(نبی کریم ﷺ اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا)

ہماری مادر شفیق صدیقہؓ یہ بھی بیان فرماتی ہیں:

''قلت لم تصنع ھذا یارسول اللّٰہ وقد غفر اللّٰہ لك ماتقدم مِنْ ذنبك وما تاخر ؟ قال '' افلا احب ان اکون عبدا شکوراً''(۷)

ترجمہ:(میں نے عرض کی) یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ فرمایا'' کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہونا پسند نہ کروں؟)

حضور اکرم ﷺ قولی و عملی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ترغیب، تشویق اور حوصلہ افزائی کے لیے مختلف نفسیاتی طریقے بھی اختیار فرماتے تھے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حفصہؓ سے ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں فرمایا:

''نعم الرجل عبداللّٰہ لو کان یصلی من اللیل عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کی نماز پڑھا کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک آپ کا یہ ارشاد پہنچا تو ساری زندگی کے لیے یہ معمول بنالیا کہ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا پوری رات عبادت کیا کرتے تھے۔ فکان بعد لا ینام من اللیل الا قلیلاً۔''(۸)

یہ ہے ترغیب کا انداز اور یہ ہے اس کی تاثیر۔

اسی طرح نماز کی عملی تربیت کے اہتمام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھنے کی ان الفاظ میں تاکید فرمائی:

''صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ''(۹)

ترجمہ: (نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)

حج کی عملی تربیت کے لیے حجۃ الوداع کے دوران صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

''خُذُوْا عَنِّى مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّى لَا اَرَاكُمْ بَعْد عامى هٰذا''(۱۰)

ترجمہ: (مجھ سے اپنے مناسک حج وصول کرلو شاید میں اس کے بعد تمہیں نہ دیکھ سکوں)

یہی وجہ ہے کہ مناسک حج کے دوران ہزاروں انسانوں کی نگاہیں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا پر مرکوز تھیں۔ طواف کے دوران عملی تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا۔

ان بڑے اور کثیر الافعال فرائض کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے اور ذیلی کاموں میں بھی عملی تربیت کا اہتمام فرمایا مثلاً تیمّم کی تعلیم اور عملی تربیت کے لیے یہ حدیث واقعاتی لحاظ سے دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔

''جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَر ابْنِ الْخَطَابِ رضى اللّٰه عنه: فَقَالَ: اِنِّى اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَاءَ۔ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضى اللّٰه عنهم: اَمَا تَذْكُرُ اَنَّا كُنَّا فِىْ سَفَرٍ، اَنَا وَاَنْتَ ؟ فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صلى اللّٰه عليه وسلم، فَقَالَ النَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذا۔ وَضَرَبَ النَّبِىُّ صلى اللّٰه عليه وسلم بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ، وَنَفَخَ فِيْهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ''(۱۱)

ترجمہ: (ایک شخص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: میں حالت جنابت میں ہوں اور مجھے پانی میسر نہیں ہے (یعنی اب میں کیا کروں؟) اس پر عمار بن یاسرؓ نے عمر بن الخطابؓ سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب میں اور آپ سفر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہو گئے تو آپ نے تو نماز نہ پڑھی لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ

ہونے کے بعد نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے تو یہ کافی تھا اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں، ان میں پھونکا، پھر ان دونوں کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا)

اسی طرح کی ایک مثال رمی جمار کے موقع پر ماری جانے والی کنکریوں کے حجم سے متعلق ہے۔

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ: هَاتِ الْقُطْ لِيْ۔ فَلَقَطْتُ لَهٗ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ فَوَضَعَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ، وَجَعَلَ يَقُوْلُ بِهِنَّ فِيْ يَدِهٖ۔ وَوَصَفَ يَحْيٰى تَحْرِيْكَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ۔ بِاَمْثَالِ هٰؤُلَآءِ'' (۱۲)

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی صبح کو فرمایا جب کہ آپ سواری پر تھے: میرے لیے کنکریاں اٹھالاؤ۔ میں آپ ﷺ کے لیے کنکریاں اٹھالایا جو گٹھلی کے برابر تھیں۔ آپ نے انہیں اپنے ہاتھ میں رکھا اور ہاتھ میں انہیں حرکت دیتے ہوئے فرمایا: ان جیسی (مناسب ہیں)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت عملی تربیت کا اہتمام بھی فرماتے تھے۔ یوں تعلیم کتاب وحکمت کے قرآنی فریضہ سے منسلک دوسرا فریضہ تزکیہ وتربیت بھی پورا ہوتا رہا جس کا حاصل کسی کے الفاظ میں یہ ہے:

خود جو نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

حوالہ جات

۱۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی، المقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، دار السلام ریاض، ح ۲۲۴، ص ۳۴

۲۔ نسائی احمد بن شعیب بن علی الامام، السنن کتاب الاستعاذہ، باب الاستعاذہ من نفس لاتشبع، دار السلام ریاض، حدیث ۵۴۶۹، ص ۷۴۴

۳۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، المقدمۃ طبع اول، ۱۹۹۶ء، دار الکتاب العربی بیروت، ص ۴۶۳

۴۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر، سیرۃ الرسول ﷺ، دار صادر بیروت، ج ۲، ص ۲۹۷

۵۔ القرآن، المزمل ۷۳/۲۰

۶۔ بخاری محمد بن اسماعیل الامام، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل، دار السلام ریاض، ص ۱۸۱

۷۔ ایضاً، کتاب التفسیر باب لیغفر اللہ لک، ح ۴۸۳۷، ص ۸۵۶

۸۔ بخاری، کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل، دار السلام ریاض، ح ۱۱۲۲، ص ۱۸۰

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ وکذلک بعرفۃ وجمع، دار السلام ریاض، ص ۱۰۴، حدیث ۶۳۱

۱۰۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن حسین، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ج ۵، ص ۲۰۴

۱۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل الامام، کتاب التیمم، باب المتیمم هل ینفخ فیهما، دار السلام ریاض، ح ۳۳۸، ص ۵۹

۱۲۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب الامام، کتاب مناسک الحج، باب قدر حصی الرمی، دار السلام ریاض، ح ۳۰۶۱، ص ۴۲۰